علماء اور طلبہ کے لئے لمحہ فکریہ

جامعہ فاروقیہ کراچی میں ۴ رجب ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۶ جون ۲۰۱۰ء کو ختم بخاری شریف کے موقع پر صدر وفاق المدارس حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کا علماء وطلبہ سے فکر انگیز خطاب

مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب کی آمد: بخاری شریف کے آخری سبق کے موقع پر خواجہ مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم کی تشریف آوری ہمارے لئے انتہائی خوشی اور مسرت کا سبب بنی، آپ حضرت خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلف الرشید ہیں، آپ کے جانشین ہیں، کراچی آئے ہوئے تھے، ہم نے ان سے درخواست کی کہ وہ آج کی اس مبارک محفل میں شرکت فرمائیں، انہوں نے ہم پر احسان کیا اور ہماری...... دعوت کو قبول کیا اور الحمدللہ! کہ اس وقت وہ ہمارے اس مجمع میں تشریف فرما ہیں، میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ آخری سبق بھی وہ ہی بڑھائیں، لیکن انہوں نے اس سے معذرت کر لی اور اصرار بے فائدہ سمجھ کر ہم نے ان کی معذرت کو قبول کر لیا، بہر حال میں اپنی طرف سے، جامعہ کے اساتذہ وطلبہ اور انتظامیہ کی طرف سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کی چند خصوصیات: حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ ''دارالعلوم دیوبند'' کے فاضل تھے، اور امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمتہ اللہ علیہ وہ بھی ''دارالعلوم دیوبند'' کے فاضل تھے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی کرامت کا فیض ایسا مبارک کیا کہ ایک طرف حضرت مولانا خان محمد صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کی خدمت کرنے کے لئے اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جو توفیق مرحمت فرمائی وہ اپنی جگہ پر معروف ہے، معلوم ہے حضرت مولانا سرفراز خان صفدر (رحمتہ اللہ علیہ) کو بھی اہل سنت والجماعت کے معتدل مسلک، جس کو ''مسلکِ علمائے دیوبند'' بھی کہا جاتا ہے، اس کی خدمت کی بہترین اور اعلیٰ درجے میں توفیق عطا فرمائی۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے احقر کا تعلق قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے، حضرت کے خطوط بھی میرے پاس آتے رہے ہیں، کئی مرتبہ حضرت والا کی خدمت میں حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

حضرت مولانا (خواجہ خان محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ) کا ایک خاص امتیاز تھا اخفائے حال کا، وہ جس مرتبے پر فائز تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو مقام بلند ان کو عطا فرمایا تھا، اس کے بعد اخفاء میں انہوں نے اتنی کوشش کی، اتنی کوشش کی، آپ یوں سمجھئے کہ گفتگو کرنا ہی ختم کر دیا، وہ نہ کہیں بات فرماتے تھے، نہ کہیں تقریر کرتے تھے، نہ کہیں مضمون کی اشاعت کرتے تھے، خاموش رہتے تھے، بالکل خاموش، ان کی بارگاہ میں حاضری دینے والوں کی جماعت، سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں ہوتی تھی، اور وہ سب کے لئے دعائے خیر فرماتے تھے، تو گویا ان کا ایک نمایاں ''مقام'' اور نمایاں ''امتیاز'' اخفائے حال کا تھا، لوگ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے کیا کیا جتن کرتے ہیں اور کیا کیا طریقے اختیار کرتے ہیں، لیکن وہاں ان طریقوں کو یکسر نظر انداز کر کے، وہ ''اخفاء'' کا اہتمام کرتے تھے۔

دوسرا ایک امتیاز جو میں نے محسوس کیا وہ یہ کہ وہ اپنے اوقات کے بہت سختی سے پابند تھے، ان کے ہاں یہ نہیں ہوتا تھا کہ کسی کام کے لئے کوئی وقت مقرر کیا گیا ہو، اور پھر اس میں آدھے گھنٹے کی تاخیر ہو رہی ہو، یا ایک گھنٹے کی تاخیر، وہ وقت کی پابندی بہت اہتمام سے فرماتے تھے۔

اس کے علاوہ تیسری ایک بات میں نے یہ محسوس کی کہ وہ بہت حاضر دماغ انسان تھے، ان کا دماغ بہت متیقظ تھا اور وہ غفلت کا شکار کبھی نہیں ہوتے تھے، یہاں چونکہ مجھے کوئی تفصیلی گفتگو ان کے حوالے سے نہیں کرنی ہے، اس لئے اپنے چند تاثرات کا میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا، اخفائے حال کا بہت زیادہ اہتمام تھا، وقت کی پابندی بہت اہتمام سے فرمایا کرتے تھے، اس کے علاوہ حالات حاضرہ سے بے خبر نہیں رہتے تھے، حالات کا علم ان کو ہوتا تھا۔

امام اہل السنّت: مولانا سرفراز خان رحمہ اللہ وہ امام اہل سنت کے مقام پر فائز ہوئے، اللہ نے ان کو جیسی اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی، وہ آپ حضرات کے علم میں ہے، مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمتہ اللہ علیہ علمائے دیوبند کے ساتھ اپنی وابستگی کا جس قوت کے ساتھ اظہار فرماتے تھے اس کا ان کے ایک ارشاد سے اندازہ ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسئلے میں تحقیق کروں اور تحقیقِ بلیغ کے بعد، کسی ایک نکتہ نظر اور کسی ایک رائے پر میں پہنچ جاؤں، تحقیق بھی خوب کی، اور تحقیق خوب کرنے کے بعد پھر ایک رائے بھی میری بن گئی اور اس رائے کے بعد پھر میں نے یہ دیکھا کہ علمائے دیوبند کی رائے سے میری رائے میں ذرا سا اختلاف اور ذرا سا تضاد ہے، تو میں...... اپنی رائے کے کاغذ کو پھاڑ کر پھینک دوں گا اور علمائے دیوبند نے جو رائے دی ہے اس کو اختیار کروں گا...... کتنی قوت کے ساتھ انہوں نے یہ بات کہی، آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ان کی تحقیق کا عالم یہ تھا کہ وہ کوئی بات بغیر حوالہ کے نہیں کرتے اور حوالے کے لئے بعض اوقات ساری ساری رات گزر جاتی تھی حوالہ تلاش کرنے میں، اور جب تک وہ حوالہ نہیں مل جاتا تھا ان کو تسلی اور اطمینان نہیں ہوتا تھا۔

اور ایسا محقق جب ایک رائے قائم کرتا ہے، اس رائے کے اوپر اس کو اعتماد بھی ہوتا ہے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ اگر میری

رائے علمائے دیوبند کی رائے سے مختلف ہوگی تو میں اپنی رائے پھاڑ کر پھینک دوں گا اور علمائے دیوبند نے جو فیصلہ کیا ہے اسی کو اختیار کروں گا۔ حضرت مولانا سرفراز خان رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن کریم کے ساتھ جو شغف تھا، اس کا بھی آپ کو علم ہوگا، اپنی مسجد کے اندر بھی درس دیتے تھے، اسی طرح ''دارالحدیث'' میں آ کر حدیث کا سبق شروع کرنے سے پہلے قرآن کریم کا درس دیتے تھے اور سالانہ بھی ان کے ہاں درس کا اہتمام ہوتا تھا، اللہ نے ان سے بڑی خدمت لی ہے، تو یہ دونوں حضرات سن 45ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر آئے اور ہم دارالعلوم میں داخل ہوئے، ان حضرات کی واپسی ہو رہی تھی اور ہم دارالعلوم میں گویا پہنچ رہے تھے۔ ان دونوں حضرات نے دارالعلوم میں ایک ایک سال گزارا اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ سے استفادہ کیا، ہم نے پانچ سال دیوبند کے اندر گزارے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ موقع عطا فرمایا کہ حضرت سے ہم نے بخاری شریف مکمل اور ترمذی شریف کی جلد اول پڑھی، یہ سعادت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی۔

آج یہ بخاری شریف کی آخری حدیث کا بیان ہے، امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے ''ونضع الموازین لیوم القیامة'' سورہ انبیاء کی آیت ہے ''ونضع الموازین القسط لیوم القیامة فلاتظلم نفس شیئاً وان کان مثقال حبة من خردل اتینا بھا وکفیٰ بنا حاسبین''

بخاری شریف کی آخری حدیث: تنبیہ اس بات پر کی جارہی ہے کہ قیامت میں اعمال کا وزن ہوگا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں بندوں کے اعمال کا حساب لیں گے، اور ظاہر ہے کہ اللہ کے حساب لینے میں غلطی کا کوئی امکان نہیں، غلطی کا کوئی احتمال نہیں، تو اگر آدمی اپنے ذہن میں یہ بات مستحضر رکھے اور اس کے ذہن میں یہ بات موجود ہو کہ...... مجھے قیامت میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور حساب لینے والے اللہ تبارک وتعالیٰ ہوں گے، تو ظاہر ہے کہ پھر وہ نیکیوں کا اہتمام زیادہ کرے گا، اس حساب میں یہی تو ہوگا کہ اگر نیکیاں غالب آجائیں گی تو کامیاب قرار دیا جائے گا، نیکیاں اگر مغلوب ہو جائیں گی تو ناکامی ہوگی، تو جب آدمی کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ اللہ حساب لیں گے اور اس حساب کے اندر غلطی کا کوئی امکان نہیں، تو وہ اس بات کا اہتمام کرے گا کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائے اور اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں کو جمع کرے۔

قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ جب وہ کوئی حکم بیان کرتا ہے، تو اس حکم کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو انجام دینے کی شکل بھی بیان کرتا ہے، یہاں پر یہ بتلایا گیا کہ وزن ہوگا، یقینی بات ہے کہ وزن ہوگا، وزن میں کامیاب ہونے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے؟ وزن کے اندر کامیابی کی کیا صورت ہونی چاہئے؟ تو اس کے لئے بتایا کہ یہ خیال رکھو اور دل میں یہ بات جمالو کہ اللہ حساب لیں گے، جب آپ یہ خیال کرلیں گے کہ اللہ حساب لیں گے تو آپ اپنے اعمال کو صحیح کرنے کی اور درست رکھنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے۔ یہاں ''وکفیٰ بنا حاسبین'' کا جملہ اس

بات پر متوجہ کرر ہاہے کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا اہتمام کرنا چاہئے۔

دستار بندی...... اساتذہ کے اعتماد کی علامت ہے: اس کے ساتھ ساتھ ہم ایک بار آج فارغ التحصیل ہو رہے ہیں، آپ کی دستار بندی ہو رہی ہے، یہ دستار بندی کوئی ایسی ہی رسم نہیں ہے، اس دستار بندی کے ذریعے سے آپ کے اساتذہ اپنا اعتماد ظاہر کرتے ہیں کہ اب یہ ہمارے نزدیک معتبر لوگ ہیں، آپ کے اساتذہ دستار بندی کے ذریعے آپ کو اپنا معتمد بتلاتے ہیں کہ یہ ہمارے معتمد ہیں، ہم نے ان کو تعلیم دی ہے، ہم نے ان کی تربیت کی ہے، اس تعلیم و تربیت کے ذریعے سے الحمدللہ! اب یہ اس قابل ہو گئے ہیں کہ ہم اپنے اعتماد کا ان پر اظہار کریں، یہ خالی رسم نہیں ہے، یہ اعتماد ظاہر کرنے کے لئے ہے، اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ پر جو اعتماد کیا گیا ہے، آپ اس میں سچے ثابت ہوں، آپ پر جو اعتماد کیا گیا ہے، آپ اس اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں، آپ اس اعتماد کو مجروح نہ کریں۔ اپنی زندگی ایسی بنائیں کہ آپ واقعی صحیح معتمد اور صحیح قابل اعتماد بن سکیں۔

تو ہم یہ عرض کرنا چاہ رہے تھے کہ قرآن مجید میں اس طریقے سے، موجودہ آیت کے اندر جو "وکفیٰ بنا حاسبین" کو ذہن میں رکھو اور اس کو ذہن میں رکھ کر عمل کرو، جب آپ اس کو ذہن میں رکھ کر عمل کریں گے تو یقیناً اچھے کام کریں گے، یقیناً اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس اعتماد میں سچا ثابت کرے، اور اس اعتماد کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو صحیح و بہتر ثابت کرے۔

فتنوں کی یلغار: آپ کو معلوم ہے کہ آج کل فتنے کا زمانہ ہے اور فتنے بھی ایسے ہیں کہ "من تشرف لها تستشرفه" اگر کوئی آدمی گردن اٹھا کر فتنے کی طرف دیکھتا ہے تو وہ فتنہ اس کو اچک لیتا ہے اور وہ فتنہ اس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، "من تشرف لها تستشرفه" اگر آپ نگاہ اس کی طرف ڈالیں گے تو وہ آپ کو کیچ کر لے گا، وہ آپ کو اپنی گرفت میں لے لے گا، یہاں آپ مدرسے کے اندر موجود ہیں اور اسی طرح ہمارے بہت سے احباب اور بہت سے طلبہ مدارس کے اندر موجود ہیں، جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی حفاظت کا سامان عطا فرمایا ہے، باہر جاؤ تو آپ کو پتہ چلے گا کہ کتنے فتنے ہیں اور کس قدر ہیں؟ اور کتنے عام ہیں، اور کس طرح انہوں نے لوگوں کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے، بری حالت ہے!

خوف اور خشیت میں فرق: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم میں ایک ترجمہ قائم کیا ہے، "باب قوله تعالیٰ انما يخشى الله من عباده العلماء" ، انما کلمہ حصر ہے، انما یخشى الله من عباده العلماء، خشیت صرف علما کو حاصل ہوتی ہے۔ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو عظمت کے ماتحت ہوتی ہے، آدمی اپنے استاد سے ڈرتا ہے اور استاد کی عظمت بھی اس کے دل میں ہوتی ہے، آدمی اپنے باپ سے ڈرتا ہے اور باپ کی عظمت بھی اس کے دل میں ہوتی ہے، تو خشیت کیلئے لازم ہے کہ وہ عظمت کے ساتھ ہو، وہ خوف جو عظمت کے ساتھ ہو، اور یاد رکھو! کہ جب عظمت کے

ساتھ خوف آئے گا تو محبت بھی آئے گی کہ آپ اپنے باپ سے ڈرتے ہیں اس کی عظمت کے پیش نظر اور آپ کو باپ سے محبت بھی ہوتی ہے، آپ استاد سے ڈرتے ہیں اس کی عظمت کے پیش نظر اور آپ کے دل میں استاد کی محبت بھی ہوتی ہے۔

ایک خوف ہوتا ہے سانپ سے، وہاں عظمت کا کوئی سوال نہیں، سانپ سے آدمی اس لئے ڈرتا ہے کہ وہ کاٹ لے گا، میں مر جاؤں گا، اس طرح آدمی کسی ظالم سے ڈرتا ہے، اس لئے کہ وہ...... ظلم کرے گا، مجھے نقصان پہنچائے گا، تو وہ خوف جو ہے اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ عظمت ہو، ظالم کا خوف ہوتا ہے عظمت نہیں ہوتی اور درندے کا خوف ہوتا ہے عظمت نہیں ہوتی ہے، اور باپ کا خوف ہوتا ہے عظمت ہوتی ہے، اسی طریقہ سے استاد کا خوف ہوتا ہے تو عظمت ہوتی ہے، تو گویا خوف میں اور خشیت میں فرق ہوا...... کہ خشیت کے لئے عظمت لازم ہے، خوف کے لئے یہ لازم نہیں۔ باپ کا خوف ہے عظمت کے ساتھ ہے، درندے کا خوف عظمت کے ساتھ نہیں، سانپ کا خوف عظمت کے ساتھ نہیں، تو خشیت میں عظمت لازم اور خوف کے اندر عظمت لازم نہیں، پھر ہم نے آپ کو یہ بتایا کہ جہاں پر خشیت ہوگی وہ عظمت کے ماتحت ہوگی، وہاں عظمت بھی ہوگی اور جب محبت بھی ہوگی تو گویا اس کا معنی یہ ہوگیا کہ آپ علماء کے بارے میں کہیں گے کہ ان کے دل میں اللہ کی عظمت بھی ہوتی ہے، اللہ کی محبت بھی ہوتی ہے "انما یخشی الله من عباده العلماء" فرمایا "انما" (بطور تاکید کے فرمایا) کہ علماء میں اللہ کی خشیت ہوتی ہے، آپ کو بتایا جا رہا ہے کہ خشیت جو ہوتی ہے وہ عظمت پر مرتب ہوتی ہے، جہاں عظمت ہوتی ہے وہاں محبت بھی ہوتی ہے، تو لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ علماء کے دل میں اللہ کی عظمت بھی ہوتی ہے اور اللہ کی محبت بھی ہوتی ہے، اسی طریقے سے ان علماء کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی ہوتی ہے اور محبت بھی، اللہ کی عظمت بھی ان کے دلوں میں ہوتی ہے، اللہ کی محبت بھی ان کے دلوں میں ہوتی ہے اور اللہ کے رسول کی عظمت بھی ان کے دلوں میں ہوتی ہے اور اللہ کے رسول کی محبت بھی ان کے دلوں میں ہوتی ہے، اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرنے والے جو علماء ہیں، اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرنے والے جو اولیاء ہیں ان کی محبت بھی ان کے دلوں میں ہوتی ہے، ان کی عظمت بھی ان کے دلوں میں ہوتی ہے، تو حاصل یہ ہوا ان کا تعلق اور رشتہ اللہ کے ساتھ، اللہ کے رسول کے ساتھ، اللہ والوں کے ساتھ بہت مستحکم اور بہت مضبوط ہوتا ہے۔

اور یہ بات یاد رکھو! کہ یہ خشیت جب دل میں آتی ہے، اس کے لئے میں نے عرض کیا ہے کہ اس میں محبت بھی ہوتی ہے تو یہ مکارم اخلاق کی بنیاد بنتی ہے، جب آپ کے دل میں یہ خشیت آئے گی جس میں اللہ کی عظمت اور اللہ کی محبت موجود ہے، اللہ کے رسول کی عظمت اور ان کی محبت موجود ہے، اللہ والوں کی عظمت اور ان کی محبت موجود ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جتنے مکارم اخلاق ہیں وہ آپ کے اندر آئیں گے اور یہ مکارم اخلاق کا آپ کے اندر آنا یہ آپ کے دنیا اور آخرت کے اندر خوش نصیب ہونے کی بنیاد بن جائے گا، آپ دنیا کے اندر بھی خوش نصیب ہوں گے اور آخرت

کے اندر بھی خوش نصیب ہوں گے۔

علم کی فضیلت: جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ علم کی بڑی فضیلت ہے، سرور کائنات کو حکم دیا گیا ہے، "قل رب زدني علما" آپ کو کہا گیا آپ دعا کرو اللہ علم میں اضافہ کرے، قرآن میں کہا: "وعلمك مالم تكن تعلم و كان فضل الله عليك عظيما"، آپ نے فرمایا: "أوتيت علم الأولين والآخرين" اس میں کوئی شک نہیں کہ علم کی بڑی فضیلت ہے، اللہ نے آپ کو علم دیا ہے، لہٰذا آپ اس فضیلت پر اللہ کا جتنا شکر ادا کریں وہ کم ہے، لیکن ایک بات فراموش نہ کریں، وہ یہ کہ علم بذات خود مقصود نہیں، علم کی فضیلت پر میں نے قرآن کی دو آیتیں آپ کے سامنے پیش کی ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود أوتيت علم "الأولين والاخرين" ارشاد فرمایا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ بات آپ ذہن میں رکھیں کہ خالی علم بذات خود مقصود نہیں، علم اس لئے گویا قابل تعریف قرار دیا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی کے اندر اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ علم اس لئے قابل تعریف قرار دیا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے محاسن اخلاق اور اعمال کی توفیق ملتی ہے، علم اس لئے قابل تعریف قرار دیا جاتا ہے کہ اخلاق کی طرف اس کی وجہ سے رجوع ہونے کی نوبت آتی ہے، علم ہوگا تو آپ اچھے اعمال کریں گے، علم ہوگا تو آپ اپنے اخلاق اچھے بنائیں گے، جب آپ کے پاس علم ہوگا تو آپ اچھے اعمال اختیار کریں گے، اچھے اخلاق اختیار کریں گے، تو ظاہر ہے کہ پھر علم کا فائدہ آپ کو حاصل ہوگا۔

اگر علم ہے اور عمل نہیں ہے تو وہ بالکل قابل اعتبار نہیں، اور اگر علم ہے اور اخلاق نہیں تو علم کبھی قابل اعتبار نہیں ہوگا، وہ علم جو بلا عمل کے ہوتا ہے، وہ علم جو بلا اخلاق کے ہوتا ہے، وبال بنتا ہے، وہ علم جو اخلاق اور اعمال کے بغیر ہوتا ہے وہ وبال بنتا ہے، علم اس لئے قابل تعریف ہے کہ وہ اچھے اعمال کی طرف متوجہ کرتا ہے، اچھے اخلاق کی طرف متوجہ کرتا ہے، محاسن اخلاق اور محاسن اعمال کا ذریعہ بنتا ہے، تو اس لئے کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ ہم عالم ہو گئے، فاضل ہو گئے، ہمارے پاس بخاری اور ترمذی کا علم آ گیا، یہ علم آپ کے لئے وبال بن جائے گا اگر آپ کے اخلاق صحیح نہ ہوئے، یہ علم آپ کے لئے وبال بن جائے گا اگر آپ کے اعمال صحیح نہ ہوئے، آپ کے اخلاق صحیح ہوں گے، یقیناً یہ قابل صد مبارک باد بھی ہوگا اور پھر علم کے فیوض اور برکات سے آپ دنیا اور آخرت میں مالا مال ہوں گے۔

ایک عبرت آموز قصہ: "امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے" کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جگہ تشریف فرما تھے، تو ابلیس ایک گدھے کے اوپر دو بورے لادے ہوئے لے جا رہا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اندازہ ہو گیا کہ یہ ابلیس ہے، پھر انہوں نے اس سے پوچھا کہ یہ دو بورے لے کر کے جا رہے ہو، یہ کیا ہے؟ ابلیس نے کہا کہ آپ اپنا کام کریں، میں اپنا کام کرتا ہوں، آپ مجھ سے نہ پوچھیں کہ میں کیا لے کر جا رہا ہوں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں! تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم کیا لے جا رہے ہو؟ تو اس نے بتایا کہ یہ جو دو بورے ہیں، ایک بورے کے اندر تکبر ہے اور ایک کے اندر حسد ہے، اور یہ بورا جو تکبر کا ہے یہ بھی میں علماء کے اندر تقسیم کرتا ہوں اور یہ بورا جو حسد کا ہے

یہ بھی علماء کے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

مطلب کیا تھا؟ مطلب یہ تھا کہ وہ ان علماء کو تکبر کی بیماری میں اور حسد کی بیماری میں مبتلا کرتا تھا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ علماء کے اندر تکبر ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ علم انہوں نے حاصل کیا، علم حاصل کرنے کے بعد بہت سی معلومات جوان کو مل گئیں تو بہت بڑی مخلوق کے مقابلے میں علم وفضل کے اعتبار سے ان کا مقام اونچا ہوگیا، یہ تکبر تو آیا نا!

ایک آدمی ہے آپ کہتے ہیں کہ وہ ناظرہ قرآن مجید پڑھا ہوا ہے، اب اس کے سامنے آپ کہیں گے کہ میں تو بہت بڑا عالم ہوں، بے چارہ تو جاہل ہے، اس کو تو کچھ بھی نہیں آتا، اسی طریقے سے آپ قیاس کرلیں کہ ایک آدمی ہے کہ دیا حفظ کے درجے کی تعلیم دے سکتا ہے اور وہ کتابیں نہیں پڑھا سکتا ہے، آپ دونوں کام کرسکتے ہیں، تو آپ کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا، میں بڑا ہوں، علی هذا القیاس۔

تکبر اور حسد کی بیماری: علماء کے اندر تکبر کی بیماری ہوتی ہے، اسی طریقے سے حسد کی بیماری ہوتی ہے، اور آپ محسوس نہ کریں، واقعہ یہ ہے کہ یہ بیماری تو راسخ اور بہت پختہ ہوتی ہے،...... اور اسی طریقے سے حسد کی بیماری بہت راسخ اور بہت پختہ ہوتی ہے، ان بیماریوں کی وجہ سے لوگ محسوس بھی کرتے ...... ہیں، ایک آدمی کے اندر حسد کی بیماری ہے اور ایک آدمی کے اندر تکبر کی بیماری ہے اور ان بیماریوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پھر ریاکاری بھی پیدا ہوجاتی ہے اور یہ بھی ہوتا ہے پھر آدمی اس بات کا خواہش مند ہوتا ہے کہ لوگ میری خوشامد کریں، چاپلوس بن کر میرے سامنے پیش ہوں۔ یہ تمام کی تمام باتیں علماء کے اندر آتی ہیں، پوری قوت کے ساتھ آتی ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان بیماریوں سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ طریقہ ایک ہی ہے، اور وہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ وہ علماء جن کے باطن خشیت کی دولت سے سرفراز کیے گئے ہیں، جن کے اندر خشیت کی نعمت موجود ہے ان کی ہم نشینی اختیار کی جائے، ان کے ساتھ رہ کے تعلق پیدا کیا جائے۔

صحبت کا اثر: آپ کو معلوم ہے کہ ایک آدمی اگر سارنگی کے پاس رہتا ہے تو وہ بھی گنگنانے لگتا ہے، اگر ایک آدمی کسی تاجر کے پاس رہتا ہے تو وہ بھی اپنے اندر تجارت کا شوق محسوس کرنے لگتا ہے، جس قسم کی صحبت ہوگی ویسے ہی اثرات مرتب ہوں گے، یہ کلیہ ہے، اہل اللہ کی صحبت ہوگی تو ولایت کے اثرات مرتب ہوں گے، فساق وفجار کی صحبت ہوگی تو فسق وفجار کے اثرات آپ کے اندر آئیں گے اور ہمارے اندر آئیں گے۔

تو اس لئے "انما یخشی الله من عباده العلماء" علماء کی شان بیان کی گئی ہے کہ ان میں خشیت ہوتی ہے، ان میں محبت ہوتی ہے اور وہ اللہ اور رسول کی محبت وعظمت سے سرشار ہوتے ہیں، جب ان کی یہ شان ہے تو ان کے ساتھ رہو، ان کے ساتھ رابطہ قائم کرو، ان کی پیروی کرو، ان کی خدمت کرو، ان کے پاس رہو، تو پھر آپ تکبر سے بھی محفوظ ہوجائیں گے، پھر آپ حسد سے بھی محفوظ ہوجائیں گے، اور یہ جتنی اخلاقی بیماریاں ہیں ان تمام اخلاقی بیماریوں سے

آپ کو نجات مل جائے گی۔

سند کا سلسلۃ الذھب: اس کے بعد ایک بات میں عرض کردوں، وہ یہ کرنی ہے کہ آپ نے اپنے اساتذہ سے پڑھا، آپ کے اساتذہ نے اپنے اساتذہ سے پڑھا اور یہ سلسلہ شاہ ولی اللہ (رحمتہ اللہ علیہ) تک گیا، اور شاہ ولی اللہ کے بعد پھر امام بخاری تک گیا، پھر امام بخاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا، تو سند کے سلسلے کے جتنے رجال ہیں وہ سب اہل اللہ ہیں، آپ کی یہ سند سلسلۃ الذھب ہے، اس میں جتنے رجال ہیں اول سے لے کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک، یہ تمام رجال اللہ ہیں اور یہ تمام کے تمام اولیاء اللہ ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے علم کے ساتھ ان کو عمل اور اخلاص کی دولت سے بھی نوازا ہے، لہٰذا اب یہ آپ کا سلسلہ اتنا مبارک ہے کہ آپ اولیاء کے سلسلے میں داخل ہو گئے۔

یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی کہ سارا سلسلہ تو اولیاء اللہ کا ہے، سارا سلسلہ تو اولیاء اللہ کا ہے، سارا سلسلہ رجال کار کا ہے، انہی کے ذریعے سے آپ نے تعلیم مکمل کی ہے اور آپ رجال اللہ میں داخل ہونے کا ارادہ کریں!! آپ کا بھی یہ ارادہ ہونا چاہئے، ہمیشہ یاد رکھئے کہ تعلق تو آپ کا ضروری ہے، آپ فتویٰ لکھتے رہیں، آپ تالیفات کرتے رہیں، آپ درس وتدریس کا سلسلہ کرتے رہیں اور ہمارا وصول الی اللہ ہو جائے گا، یہ کتابوں سے نہیں مل سکتا، یہ درس وتدریس سے نہیں ہوتا، یہ وصول الی اللہ تو اللہ والوں کے ساتھ منتھی ہونے پر موقوف ہے۔

میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ درس وتدریس بے کار ہے، میں تو درس وتدریس کو آپ کے لئے لازم زندگی قرار دینے کا قائل ہوں، آپ کبھی درس وتدریس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مشغلہ اختیار نہ کریں، میری طرف سے اس کی قطعاً اجازت نہیں، لیکن مطلب میرے کہنے کا یہ ہے کہ اس پر اکتفا نہ کیا جائے، اس پر قناعت نہ کی جائے، اپنے آپ کو اللہ والوں سے متعلق کیا جائے، اللہ والوں سے اپنا تعلق جوڑا جائے، ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر "کالمیت في يد الغسال" کی ترکیب اختیار کی جائے۔ اور آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ درس وتدریس کے ساتھ علم کی برکات سے اور علم کے فیوض سے زیادہ سے زیادہ مستفید کرے۔

کسی کو حقیر نہ سمجھیں: اور بھائی آخری بات یہ ہے کہ کبھی کسی کو حقیر نہ سمجھنا، یہ نہ سمجھنا کہ اس کی ہمارے سامنے کیا حیثیت ہے؟ ہم تو فلاں ہیں، فلاں ہیں، یہ فلاں فلاں سب خاک میں مل جائے گا، اگر آپ کے اندر تواضع نہ ہو، اگر آپ کے اندر مسکنت نہ ہو، تو کچھ بھی نہیں، آپ تواضع اختیار کریں، کبھی کسی کو حقیر نہ سمجھیں، کبھی کسی کو ذلیل نہ سمجھیں، اپنے آپ کو اللہ کا محتاج بن کر، اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے لئے بھی، اپنے اساتذہ کے لئے بھی، اپنے اساتذہ کے لئے بھی اور پوری امت کے لئے دعا فرمائیں۔ (وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

☆☆☆